التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد ۵، مسلسل شمارہ ۱۶، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۱-۱۰۵

تبصرۂ کتب

شعوبیت ۔ ایک مطالعہ
ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر
بار اول، جنوری ۲۰۱۱ء
قرطاس، کراچی
صفحات ۲۱۸، قیمت ۲۵۰
مبصر مفتی محمد اعظم سعیدی

محترمہ نگار سجاد ظہیر صاحبہ شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی سے وابستہ ہیں اور اپنے موضوع پر واقعی استادانہ دسترس کی مالک ہیں، قبل ازیں موصوفہ کی متعدد کتب سے استفادہ کا موقع ملا ہے اور انہی صفحات میں گلہائے تحسین بھی پیش کر چکا ہوں اس لیے کہ میری سوچ کے صحرا میں وہی خود رو پھول اگے ہوئے تھے جو نگار صاحبہ کی کتابوں میں اگے ہوئے تھے، مگر زیر نظر کتاب کے مندرجات کے حوالے سے میری سوچ کچھ مختلف ہے۔

محترمہ نگار صاحبہ نے عرب کے بادیہ نشینوں کی عرب سے نکل کر عجم پر ان کی حکمرانی و سطوت کو دینی محبت اور عربوں سے مذہبی عقیدت سے سرشار ہوکر ایرانی، ترکستانی اور رومی شعوبیت کو قلم کی نوک پر رکھا ہے، جب کہ راقم اپنے صحراؤں میں شعوبیت کے جلوے دیکھنے کا خوگر و عادی ہے، ۴۱ ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا صحرائے تھر اور چولستان کے علاوہ صحرائے تھل اور دامان کے امن پسند اور تیر وتفنگ سے ناآشنا باسی ہزاروں سالوں پر محیط پے در پے قبضہ گیری کے خلاف، حملہ آوروں کے دین کی آڑ میں اہل تسویہ کا رول ادا کریں اور یہی اسطور اپنی عظمت رفتہ کے گیت گائیں تو میں ان کے اس عمل کو اور قبضہ گیروں کی ہجو و تنقیص کو زندیقیت کا نام نہیں دے سکتا۔

خلاصہ کتاب یہ ہے کہ مفتوح و مغلوب (ایرانی، ترکی، رومی) لوگوں کا عربوں کی مذمت کرنا اور ہر معاملہ میں ان کی تنقیص کرنے کا نام شعوبیت ہے اور پھر دینی حمیت، عربوں سے عقیدت کے ناطے شعوبیوں کے گلے میں زندیقیت کی مالا ڈال دی گئی ہے یعنی مفتوحوں کی ذلت کا آخری تمغہ۔۔۔۔

شعوبیوں کے دو گروہوں میں ایک کو اہل تسویہ کا نام دیا گیا ہے، یہ مغلوب و مفتوح قوم کے وہ لوگ تھے جنہوں نے عربوں کی سیادت، فضیلت و برتری کے رجحان کے مقابلے میں اپنی مغلوب و مفتوح قوم کی تذلیل وتحقیر کے مداوا کے لیے قلم کو ہتھیار بنایا اور عرب فاتحین کے دین کو ڈھال بنا کر انسانی مساوات کا علم بلند کیا اور عزت وتکریم کی بنیاد تقویٰ کو قرار دیا، اہل تسویہ مسلمان تھے مگر فاتحین کے نغمہ سراؤں کی طرف سے زندیق ٹھہرائے گئے۔ جب کہ دوسرا گروہ "المفطر ون" کہلایا جو عربوں کے رجحان حق حکمرانی اور ثروت شوکت و ثروت کے مقابلے میں اپنی قوم کو حملہ آوروں کے مقابلہ میں اخلاقی، تہذیبی، تمدنی، معاشرتی، معاشی اور صنعت وحرفت کے حوالے سے برتر قرار دیتا تھا، اور اپنی دینی، جسمانی، روحانی، ذہنی، شخصی، تہذیبی آزادی و مختاری پر قبضہ گیری کو ناپسند کرتا تھا، اپنی غلامانہ اور خواتین کی کنیزانہ زندگی انہیں قبول نہیں تھی، جس پر انہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے قلم اٹھایا مگر زندیق ٹھہرائے گئے، بقول محترمہ نگار سجاد صاحبہ اہل اسلام میں ان کی کتب کو پذیرائی نہ ملی اور وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں، خوش عقیدگی کے حوالے سے ان کی بات سو فیصد درست ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ فاتحین، مغلوبوں کے علمی شاہکار اور تہذیبی آثار کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو ہلاکو نے بغداد میں کیا تھا، کیا اموی، علوی، فاطمی، عباسی ان کی کتابوں کو پذیرائی بخشتے ؟

حملہ اور قبضہ گیر کے خلاف فطری ردعمل کا نام شعوبیت ہے۔ قطع نظر اس سے کہ قبضہ گیری یا فتوحات کا پس منظر دینی ہو یا وسائل معاش پر قبضہ گیری ہو، ہر ایک پس منظر سے فاتح، مغلوبوں کی معیشت، خودمختیاری، حق خود اختیاری سلب کرتا ہے، مفتوحوں کی تذلیل وتحقیر اپنا حق اور جزو ایمان گھتا ہے، کسی ملک یا خطے پر شب خون مار کر اپنا قبضہ و تسلط قائم کر کے جملہ اموال و اسباب کا مالک بن جاتا ہے اور مغلوبوں کے ذرائع معاش میں جزیہ، اخراج کی شکل میں اپنا حصہ طلب کرتا، پھر اسے خدائی حکم قرار دیتا، یہ عمل جنگجو فاتح کے نزدیک تو ایمان کا جزو ہوسکتا لیکن مغلوب بطیب خاطر اپنے گلے اترنے کو قبول نہیں کرے گا، یہی وجہ ہے کہ قومیں اپنے افکار و آثار، مذہبی اقدار، تہذیبی شعائر، وسائل رزق اور سرزمین کے تحفظ کے لیے ہزاروں جانوں کی قربانی دیتی ہیں، اور مغلوب ہونے کی صورت میں غداری اور غلامی کا طوق ان کے گلے میں ڈالا جاتا ہے، ان کی مائیں، بہنیں، بیویاں، بہو بیٹیاں اپنے پیاروں کے قاتلوں کی لونڈیاں بن جاتی ہیں اور وہ لوگ بغیر ان کی رضامندی و نکاح کے ان کے جسموں کو نوچتے اور ادھیڑتے رہتے ہیں، یہ فاتحین، مغلوبوں کو تذلیل کی ایسی دلدل میں پھینکتے ہیں کہ وہ بے چارے زندگی کی بقا کے لیے اپنا دین و ایمان تبدیل کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور انتہا یہ ہے کہ جب

قبول مذہب کے حوالے سے مذہبی طبقات کی تقسیم ہوتی ہے تو مفتوحوں کے قبول دین کو کرم خوردہ قرار دے کر آخری طبقہ میں رکھا جاتا ہے، فاتحین کے طرز ملوکیت کو عین دین اور مغلوبوں کی خواہش کو زندقیت کہا جاتا ہے۔

انہی مفتوحین میں سے ایک طبقہ، فاتحین کے مذہب کی کسی قدر کے زیر سایہ، اشارات و کنایات میں ہی اپنی قوم کی تذلیل میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ سب انسان برابر ہیں کسی عربی و عجمی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں ہے، اس پر فاتح اپنے مذہبی قانون پر بظاہر تو صبر بلب نظر آتا ہے مگر ایک مغلوب، غلام شخص کی ہمسری جتانے پر ناقابل برداشت ہے۔

بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بنو امیہ تک شعوبیوں کی چند کارستانیوں کا ذکر کر کے پھر عباسی عہد میں عربوں کے خلاف ان کی تدبیروں اور نفرت کے اظہار کو دریدہ دہنی اور زندقیت قرار دیا گیا ہے، یہ شعوبی ایرانی، ترکی اور رومی ہیں، عربوں سے ان کی نفرت کے اہم پس منظر سے صرف نظر کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ان شعوبیوں کی خواتین انہی عربوں کی لونڈیاں اور کنیزیں تھیں، اور سوائے دو عباسی حکمرانوں کے باقی ساڑھے پانچ سو سال تک حکمرانی کرنے والے تمام عباسی حکمران غیر عربی عورتوں یعنی کنیزوں اور ام ولد کی اولاد تھے، ایسی صورت میں شعوبیوں کی نفرت کے پس منظر کو سمجھنا چاہیے، ایک ایرانی شہزادی کا نام و ذکر خود مولف موصوف نے بھی کیا ہے، جس نے بالآخر شوہر امام کی شہادت کے بعد ایران میں دفن ہونے کو پسند کیا۔

بہر حال محترمہ نگار سجاد صاحبہ نے جس جذبہ و عقیدت سے یہ کتاب لکھی ہے، اس کا اظہار پچھلے ٹائٹل میں انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے: ''شعوبیت، جس کی عام تعریف یہ کی جاسکتی ہے کہ عربوں کی مذمت کرنا اور ہر معاملہ میں ان کی تنقیص کرنا۔ زیر نظر کتاب شعوبیت کے اس رجحان کے نشو و ارتقاء کی تاریخ ہے جس کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہوا اور جو اپنی انتہا کو تیسری صدی میں پہنچا، جبکہ عباسی برسر اقتدار تھے، اسی شعوبیت سے زندقیت کے ڈانڈے ملتے ہیں جس کا جواب خلفاء نے تلوار سے اور علماء نے قلم سے دیا۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ،
ان کا عہد، سوانح و افکار
پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری
ناشرہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد۔
صفحات ۱۴۳، قیمت ۱۵۰ روپے
مبصر: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق

ڈاکٹر عابد لغاری، ڈائرکٹر اکیڈمی نے ماہنامہ ''الولی'' کے ۱۹۶۲ء سے ۲۰۰۲ء تک کے شماروں میں شاہ ولی اللہ کی شخصیت اور فکر پر شائع ہونے والے مضامین کو مرتب کر کے اپریل ۲۰۰۹ء میں شائع کیا ہے۔ ان میں شاہ ولی اللہ کی سوانح حیات از ابوسلمان شاہ جہان پوری، شاہ ولی اللہ کی تحریک از ڈاکٹر ایچ بی خان، ولی اللٰہی افکار اور امام عبیداللہ سندھی از صاحبزادہ ظہور الحق دین پوری، حالات شاہ ولی اللہ و شاہ اہل اللہ دہلوی از حکیم محمود احمد برکاتی، شاہ ولی اللہ کے مخطوطات از سلیم الدین احمد اور حضرت امام ولی اللہ کے فکر کی اہمیت دور جدید میں از شیخ بشیر احمد شامل ہیں۔ شاہ ولی اللہ کی فکر کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے یہ قیمتی تحفہ ہے، جسے ہر لائبریری میں ہونا چاہیے۔

شاہ ولی اللہ کی تحریک کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے ڈاکٹر اشتیاق حسین کا یہ مختصر تجزیہ کافی ہے: ''قیاس یہ ہے کہ بڑی تیزی اور تواتر کے ساتھ بھاری بھاری ضربیں لگنے کے باعث دماغ ماؤف ہوگئے ہوں گے اور ان میں گہرے سوچ بچار کی صلاحیت نہ رہی ہوگی۔ مفکر اور حساس دماغوں کے لیے حزن و ملال کے یہ اندھیرے بہت گہرے رہے ہوں گے مگر اس قسم کے مواقع پر بعض ایسے مفکرین پیدا ہوجاتے ہیں جو واقعات کا تحلیلی جائزہ لیتے ہیں اور قوم پر طاری ہوجانے والے مرض کی تشخیص کرتے ہیں۔ چنانچہ اس قوم کی زبوں حالی نے شاہ ولی اللہ کو پیدا کیا'' (برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ (۱۹۸۹ء)، ص ۲۱۲، شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ کراچی)

شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے قیام کا مقصد ان کے افکار و تعلیمات کی اشاعت ہے۔ موجودہ ڈائرکٹر نے ''فیوض الحرمین مع اردو ترجمہ سعادت کونین'' سمیت شاہ ولی اللہ کی کئی کتب کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے اور ''تحریک آزادی میں سندھ کا کردار'' جیسے اہم موضوع پر اپنی تالیف دو جلدوں میں شائع کی ہے، وہ ماہنامہ الولی اور اکیڈمی کی کتب کے قارئین اور لکھنے والوں کے دائرے کو وسعت دینے کے لیے بھرپور کاوش کر رہے ہیں۔

اگر پیش لفظ میں ان مضامین پر تنقیدی جائزہ شامل ہوتا تو ان مضامین کی اہمیت بڑھ جاتی۔

التفسیر　تبصرہ کتب

پاکستان کے موجودہ حالات میں قوم کو جس سیاسی بصیرت، دینی قیادت اور مذہبی وحدت و یگانگت کی ضرورت ہے اس کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم کی تعلیم اور فکر کی طرف رجوع کی شدید ضرورت ہے۔ علامہ اقبال اور سید مودودی اس فکر کی صدائے بازگشت ہیں۔

آج کے حالات میں شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے کس طرح رہنمائی حاصل کی جائے اس پر تفصیل سے لکھا جائے۔ شاہ ولی اللہ کی تحریک میں اس کی واضح رہنمائی موجود ہے۔

کتاب اخباری کاغذ پر گتے کی خوبصورت جلد کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔